© rasailojaraid.com

توراۃ کے دس احکام اور قرآن کے دس احکام

از

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن)

(۳)

جس سے بظاہر یہی سمجھانا مقصود ہے کہ دنیا کی موجودہ زندگی جس میں راحت کے ساتھ زحمت گوارا حالات کے ساتھ ناگوار حالات پیش آتے ہی رہتے ہیں لیکن ناگوار حالات کے وقت چاہئے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے سامنے مصیبت کا جو مہیب منظر بہ شکل طوفان پیش ہوا تھا اس کو یاد کیا جائے کہ نوحؑ کے سامنے یہ سب کچھ گذر رہا تھا، لیکن با ایں ہمہ ان کی نظر مصائب کے ان ہوش ربا زہرہ گداز حالات میں بھی ان نعمتوں پر ہی جمی رہی، جن سے حق تعالیٰ نے ان کو ان حالات میں بھی سرفراز کر رکھا تھا وہ اس وقت بھی خدا کا گن ہی گا رہے تھے کہ چند بچے کھچے نفوس سہی لیکن حق تعالیٰ نے ان کو تو بچا لیا اور یہی ان کی "شکوریت" کی عجیب و غریب شان تھی، یاد دلایا گیا کہ اسی نوحؑ والوں کی نسل سے جب تم ہو تو ہر مصیبت میں ملحمۃ کتبت علی بنی اسرائیل (قتل عام ہے جو اسرائیل کی قسمت میں ٹھونک دی گئی ہے) کی جگہ ان پہلوؤں پر نظر تمہاری کیوں نہیں جاتی، جن سے شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں آخر حضرت نوحؑ کے زمانے کی مصیبت سے بھی بڑی مصیبت کیا نسلِ انسانی پر تاریخ میں آئی ہے، لیکن اللہ کے سعید بندوں میں اس وقت بھی شکر کے جذبات کی اتنی گنجائش تھی کہ وہ شاکر نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"عہد شکور" بنے ہوئے تھے۔

(۲)

باقی "برکت و لعنت" والا قصہ جس نے بنی اسرائیل کو ایک طرح سے پیشگوئی پرست قوم بنا رکھا تھا، اور جب کوئی حادثہ پیش آتا تو وہی "لعنت" جو احکام عشرہ دیتے ہوئے ان کو سنائی گئی تھی ان کو یاد آجاتی تھی قرآن میں اطلاع دی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے متعلق اس میں شک نہیں دھمکی ضرور دی گئی ہے، مگر ہر روز یہ سمجھنا کہ اسی دھمکی کا ظہور ہو رہا ہے صحیح نہیں ہے بلکہ ان کی قومی تاریخ میں قرآن کا بیان ہے کہ کل دو دفعہ ایسی صورت پیش آئے گی کہ بنی اسرائیل کوئی بڑا فساد برپا کریں گے، اور سرکشی اختیار کریں گے، تب ایک دفعہ ایسا ہوگا کہ بعض شہ زور قوموں کو ان کا خداوند خدا ان پر چڑھا لائے گا جو ان کے اندرون ملک میں گھس پڑیں گے۔ اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ

وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا
یہ وعدہ کیا جا چکا

یعنی قرآن کے نازل ہونے سے پیشتر اطلاع دی گئی کہ یہ وعدہ پورا ہوچکا جہاں تک لوگوں کا خیال ہے کہ بنو خذ نظر یا بخت نصر مشہور فاتح کے زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا اسی کے ساتھ اس کی خبر بھی دی گئی ہے کہ

"پھر ہم نے پھیری تمہاری باری ان پر، اور ہم نے تمہاری مدد کی مال سے اولاد سے اور بنا دیا تم کو بڑے جتھے والے" (۱۷-)

جیسا کہ یہود کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو خذ نظر (یا بخت نصر) کی اسیری کے بعد خورس جو فارس اور میدیہ کا جلیل القدر بادشاہ تھا اس نے حضرت دانیال علیہ السلام کے توسط سے یہودیوں کو دوبارہ فلسطین کی طرف واپسی اور آباد کرنے کا موقعہ دیا، اور گو یہود کی گذشتہ عظمت و شوکت جو داؤد و سلیمان کے زمانہ میں ان کو حاصل تھی وہ تو واپس نہ ہوئی لیکن مال و دولت میں بھی ان کے اضافہ ہوا اور آبادی بھی اسیری سے رہائی کے بعد غیر معمولی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طور پر پڑھی ۔

بہر حال قرآن یہی سمجھانا چاہتا ہے کہ پیش گوئی والی مصیبت جو آنے والی تھی، ایک تو یہی تھی جو گذر گئی اور "وعدمفعول" کی شکل اختیار کر چکی، باقی یہودی مفسدہ پردازیوں کی اصلاح کے لئے پھر کسی بڑے حادثے کی یہ قوم شکار ہوگی عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ یہ پیشگوئی بھی رومیوں کے زمانے میں پوری ہو چکی، جب بڑھنے کے بعد رومیوں کے ہاتھوں یہودیوں کو پھر گھسنا پڑا یہ عیسائیوں کی پھیلائی بات ہے، لیکن جہاں تک قرآن سے معلوم ہوتا ہے، ابھی یہ وعدہ "وعدمفعول" نہیں بنا ہے خدا ہی جانتا ہے کہ اس آفت میں یہود کب مبتلا ہوں گے، اسی سورۃ کے آخر میں ایک فقرہ ہے کہ

"دوسرا وعدہ جب آئے گا تو لے آئیں گے، ہم تمہیں سمیٹ کر"۔

یعنی فاذا جاء وعد الاخرۃ جئنا بکم لفیفا کا جو ترجمہ ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بکھرنے کے بعد یہود پھر سمیٹے جائیں گے اور سمیٹنے کے بعد اس وعدے کے ایفاء کی شکل ان کے سامنے آئے گی اس وقت بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان سمٹے ہوئے یہودیوں کو بری طرح برباد ہونا پڑے گا ۔ قرآن کے الفاظ ہیں ۔

ولیتبروا ما علوا تتبیرا — اور خراب کریں جس جگہ (یہود کے دشمن) غالب ہوں پوری خرابی

بہر حال یہود جو ہر چھوٹی بڑی مصیبت کو اپنی تاریخی لعنت کے مصداق ٹھہرانے کے عادی بن گئے تھے قرآن کے ان الفاظ سے اسی عادت بد کا ازالہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مقصود ہے اسی لئے ان دونوں وعدوں کے ذکر کے بعد ان دونوں کو تسلی دی گئی ہے، خواہ مخواہ یہ سمجھ لینا کہ اب "ملعونیت" اور "مقہوریت" سے ہم نکل نہیں سکتے، قطعاً غلط ہے بلکہ فرمایا گیا ہے کہ

"توقع ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اسی کے بعد یہ کلیہ بتا دیا کہ

ان عدتم عدنا — اگر تم پلٹو تو ہم بھی پلٹیں۔

جس کو بھلائی اور برائی دونوں پہلوؤں میں سے کسی خاص پہلو کے ساتھ مختص کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ عام قانون بتا دیا گیا کہ اطاعت و بندگی کے ساتھ تم پلٹو گے تو میں بھی رحم و کرم کے ساتھ سامنے آؤں گا، اور شرارت و سرکشی کی راہ اختیار کرو گے تو ہم بھی رحم کا طریقہ چھوڑ کر اسی طریقہ کو اختیار کریں گے، جو سرکشی اور شرارت کی صورت میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی کے بعد نزول قرآن کے ذریعہ تا بقیام قیامت نجات کی ہر محفوظ راہ قدرت کی طرف سے ظاہر ہوئی ہے اس کی طرف ان کو ان الفاظ سے متوجہ کیا گیا ہے

ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم — یہ دیکھو القرآن ہے راہ نمائی کر رہا ہے اس راستہ کی جو سیدھا اور معتدل ہے۔

"الاقوم" کا لفظ تینوں باتوں یعنی (سیدھا استوار معتدل) کے مفہوم کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جس کے معنی یہی ہوئے کہ "ملعونیت" سے نکل کر رحم کے سایہ کے نیچے آنا چاہتے ہو تو "القرآن" کا راستہ کھلا ہوا ہے موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں جو الجھنیں اور جو کمزوریاں، غلو وغیرہ کی کیفیت بعد کے لوگوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے ان ساری آلودگیوں سے پاک صحیح "دین زندگی" کے تم وارث ہو جاؤ گے، جسے کھو بیٹھے ہو وہ مل جائے گی۔

(۳)

اسی درمیان میں ایسے الفاظ بھی قرآن نے مذکورہ بالا بیانات کے اندر شریک کر دئیے ہیں جن سے "الآخرۃ" یعنی آنے والی دوسری زندگی کا جو عقیدہ یہودیوں کے اندر سے نکل گیا تھا اس عقیدے کو پھر ان کے اندر واپس کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ فرما کر

"اگر تم بھلا کرو گے تو اپنے لئے بھلا کرو گے اور برا کرو گے تو اپنے لئے کرو گے،

جس کا حاصل یہی ہے کہ نیک و بد اعمال اپنے نتائج کو پیدا کرتے رہتے ہیں، پھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہی ان عدتم عدنا اگر تم واپس ہوتے ہو تو ہم بھی واپس ہوں گے) فرما کر اطلاع دی گئی ہے کہ نیک و بد اعمال کے نتائج کو اسی زندگی میں تلاش کرنے کی جو عادت تم لوگوں کو ہو گئی ہے یہ صحیح نہیں ہے بلکہ موجودہ زندگی جب فساد کے اس نقطہ پر پہنچ جاتی ہے جس کے بعد نظم عالم کی برہمی کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس وقت اسی زندگی میں قدرت کا ہاتھ اصلاح کے لئے نمودار ہوتا ہے اور فسادی عناصر کو ختم کر دیتا ہے لیکن ایسی عام برائیوں کے خمیازے کے لئے تو ایک مستقل الگ عالم ہی ہے، جس کا نام جہنم ہے اس سے بچ کر کوئی بدکار گذر نہیں سکتا اور یہی مطلب ہے

وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا — اور بنایا ہے ہم نے کفر کرنے والوں کے لئے جہنم کو گھیرنے والی،

کے الفاظ کا

گویا وہ ایک قدرتی جال ہے جس میں کفر کی زندگی گذارنے والوں کو بہرحال پھنسنا ہی پڑتا ہے۔ حصر یعنی گھیرنا ہی اس کا ذاتی اقتضاء ہے۔

(۴)

اپنی قومی ذہنیت اور مزاج کی وجہ سے یہود میں قنوط و یاس کی کیفیت جو پیدا ہو گئی تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہلکی سے ہلکی مصیبت کی برداشت کی صلاحیت ان میں باقی نہیں رہی تھی ادھر کسی مصیبت نے سر نکالا اور یہودی یہ سمجھ کر کہ موسیٰ کی "لعنت" آگئی، سر جھکا دیتے تھے اور آرزو کرنے لگتے کہ جلد ہی یہ قصہ ختم ہو جائے اسی سورہ میں دوسری جگہ قنوطیت کی اسی کیفیت کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ

اذا مسه الشر کان یئوسا — جب اس کو برائی چھوئے تو بدترین قسم کا ناامید بن جاتا ہے۔

شاید اسی ذہنیت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ ہے جنہیں ہم اس سورہ کے ابتدائی حصہ میں بھی پاسکتے ہیں یعنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ویدع الانسان بالشر دعائہ بالخیر	آدمی برائی کو اسی طرح مانگتا ہے جیسے مانگتا
وکان الانسان عجولا	ہے بھلائی اور ہے آدمی بڑا جلد باز۔

(۵)

پھر مصائب و آفات جو یہودیوں کے نزدیک ہمیشہ ان کی "مادیت" کے ظہور کی شکل تھی قرآن نے ان کے متعلق سمجھانا چاہا ہے کہ دن کے مقابلہ میں بظاہر رات میں روشنی چونکہ غایب ہوجاتی ہے برائی محسوس ہوتی ہو لیکن واقعہ میں جیسے دن خدا کی ایک نشانی ہے، اور اس کی روشنی میں فوائد حاصل ہوتے ہیں اسی طرح رات بھی خدا ہی کی ایک نشانی اور قدرت ہی کے قانون کی ایک شکل ہے روشنی جو رات میں مٹ جاتی ہے یہ کسی کی بدکاری یا فسق و فجور کا نتیجہ نہیں ہے حاصل جس کا یہی ہوا کہ شکل کو دیکھ کر یہ قطعی کلی فیصلہ کہ مصیبت کی شکل میں جو چیز سامنے آتی ہے واقعی وہ ہمیشہ مصیبت ہی ہوتی ہے یہ ایک عاجلانہ فیصلہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ " زود فریبی اور زود لاغری" کی جس بیماری میں یہود مبتلا تھے اس سے نکال کر جینے کا جو مردانہ اصول ہے اس کی طرف راہ نمائی کرتے ہوئے حقایق و واقعات کو صحیح منطقی معیار پر جانچنے اور پرکھنے کا عادی بنانے کے لئے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ

وجعلنا اللیل والنھار ایتین	اور بنایا ہم نے رات اور دونوں کو دو نشانیاں پھر
فمحونا ایۃ اللیل وجعلنا ایۃ	مٹا دیا ہم نے رات کی نشانی کو اور بنا دیا دن کی نشانی
النھار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من	کو سمجھانے والی تاکہ تلاش کرو اپنے رب کے فضل کو
ربکم ولتعلموا عدد السنین	اور جانو برسوں کی گنتی اور حساب کو اور ہر چیز کو
والحساب وکل شیٔ فصلناہ	کھول دیا ہم نے اچھی طرح کھولنا
تفصیلا	

(۶)

"برکت و لعنت" کی ان ہی باتوں میں گذر چکا کہ مجرم کو کبھی اپنے جرم کی سزا ملے گی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اسی کے جرم کی سزا آئندہ کئی پشتوں کو بھی بھگتنا پڑے گی اس کو یاد رکھئے، اور اس کے بعد پڑھئے جو مذکورہ بالا آیت کے بعد قرآن میں ارشاد ہوا ہے

"ہر آدمی لٹکا دیا ہے اس کے پرندے کو ہم نے اس کی گردن میں اور نکال دکھائیں گے ہم قیامت کے دن اس کے لئے نوشتہ پائے گا اس کو وہ کھلا ہوا۔

پرندہ ترجمہ طیر کے لفظ کا کیا گیا ہے، عربی زبان میں "نحوست" کی تعبیر اس لفظ سے کی جاتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی اپنی نحوست ہر شخص کی اپنے ساتھ ہو گی یعنی اپنے کرتوت کا پھل اور نتیجہ کرنے والا اپنے ساتھ لے جاتا ہے یہی قدرت کا قانون ہے "کرے کوئی اور بھرے کوئی" قطعاً خدائی انصاف میں اس ظلم کی گنجائش نہیں ہے ایسی صورت میں یہود کا یہ خیال کہ مجرم باپ کے جرم میں اس کے بیٹے اور پوتے پروتے بھی دھرے جائیں گے اس غیر قدرتی عقیدے کی بنیاد ختم کر دی گئی آگے زیادہ صراحت کے ساتھ یہ فرماتے ہوئے کہ

"جو راہ پر آگا، تو اپنے ہی لئے راہ پر آگا، اور جو بھٹکا وہ اپنے لئے ہی بھٹکا اسی کو اس کا نقصان پہنچے گا، اور نہیں اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا، بوجھ دوسرے کا۔"

خود ہی سوچئے کہ بائیبل کے ان الفاظ

"باپ دادا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے"

کے سوا ہم اس کو اور کس چیز کا اشارہ قرار دیں۔ بلکہ اسی کا تتمہ

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا — اور ہم سزا نہیں دیتے، جب تک نہ بھیجیں ہم اپنا پیغام رساں،

اس میں تو آگے بڑھ کر یہ تک فرما دیا گیا ہے کہ خدا کی رحمت و رافت تو حتی الوسع خود مجرم کے لئے بھی واپسی کا موقعہ فراہم کرتی ہے یعنی خدا کی مرضی سے مطلع ہونے کے مواقع قدرت پہلے کرتی ہے خواہ اصطلاحی رسول صاحب نبوت خود پہنچ کر مطلع کرے اور مکانی اور زمانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمرد کی وجہ سے خود وہ نہ پہنچ سکیں تو ان کے لائے ہوئے پیغام و رسالت کے پہنچانے کا نظم کر دیا جاتا ہے اور اس کے بعد بھی مجرم اپنے جرم سے باز نہیں آتا، تب عذاب کا قانون نافذ ہوتا ہے اور وہ بھی کیسے نافذ ہوتا ہے اسی کے بعد اس کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فساد کا غلبہ جب کسی قوم پر ہو جاتا ہے اور وہ مستحق ہو جاتی ہے کہ نظم کو قایم کرنے کے لئے ختم کر دیا جائے تو اس قوم کے مترفین (سرمایہ دار طبقہ) جو صاحب اقتدار ہوتا ہے بدکرداریوں میں مبتلا ہوتا ہے جس کی مثال ہم خود اپنے عہد میں دیکھ رہے ہیں کہ جنگ وجدال، فسق و فجور خود غرضی، بے ایمانی میں مترفین مبتلا ہیں۔ تب "فسادی قوم" خود اپنے ہی سرداروں اور بڑوں کے ہاتھوں ختم ہو جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر وہی اس قوم کو تباہی کی جہنم میں جھونک دیتے ہیں، حاصل یہی ہوا کہ یہ سزا الٰہی قدرت اپنی ہی قوم کے افراد سے دلاتی ہے جس کا شعور بھی نہ سزا پانے والوں کو ہوتا ہے اور نہ سزا دینے والوں کو اور ہو کیسے کہ سزا دینے والے بھی بالآخر سزا یافتہ بن جاتے ہیں

واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا

اور جب ہم چاہتے ہیں کہ برباد کر دیں کسی آبادی کو، تو حکم دیتے ہیں سرمایہ والوں کو پس وہ بدکاری کا ارتکاب کرتے ہیں، پس بات ان پر پوری ہو جاتی ہے اور ان کو تباہ کر دیتے ہیں، اچھی طرح کی تباہی سے۔

کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اپنا کنواں ہر مجرم درحقیقت خود ہی کھودتا ہے

اس کا مقابلہ بائیبل کے ان الفاظ سے کیجئے جو خروج کے حوالہ سے گذر چکا کہ

تمہارے گناہوں کے باعث سات گنی اور سزا دونگا ۲۶ - ۱۹

کہاں قرآن کی یہ جچی تلی "قومیت" اور کہاں بنی اسرائیل کے سامنے جو ان صفات کا خدا پیش کیا گیا، کہ ایک ایک گناہ کے بدلے میں سات سات گنی سزائیں دیتا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ اسرائیلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابوں کے ایسے فقرے الرحمن الرحیم کی طرف جو منسوب کئے گئے ہیں

"میں افرائیم (بنی اسرائیل کے ایک خاندان کا نام اس کے لئے) شیر ببر اور بنی یہوداہ (نام) قبیلہ کے لئے جوان شیر کے مانند ہوں گا، میں ہاں میں ہی پھاڑوں گا اور چلا جاؤں گا، میں اٹھالے جاؤں گا اور کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا ۶ - ۱۴ ھوشیع

موسیٰ تک کی کتاب میں اسی دس احکام والے قصہ کا یہ جز کہ خدا نے کہا

"اور کاہن بھی جو خداوند کے پاس آیا کرتے ہیں اپنے تئیں پاک رکھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ خداوند ان پر ٹوٹ پڑے" خروج ۱۹ - ۲۲

اور قدم قدم پر اسی قسم کی باتیں ملتی ہیں کہ قرآن کی تعلیم "قوم" اگر آدمی کے سامنے نہ ہو تو شائد دیوانہ بن کر کپڑے پھاڑ لے۔

بہر حال مجازاۃ و مکافات کے قانون کے یہودی اغلاط اور سست بیانیوں کی اصلاح کرتے ہوئے آخر میں فرمایا گیا ہے۔

وکم اھلکنا من القرون من بعد نوح وکفی بربک بذنوب عبادہ خبیراً بصیراً	اور کتنے قرون کو ہم نے نیست و نابود کر دیا نوح کے بعد بے شک وہ (خدا) اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر اور دیکھنے کے لئے کافی ہے

جس سے بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ موجودہ عبوری زندگی میں جو سزائیں آتی ہیں، ان کا تعلق زیادہ تر "القرون" سے ہوتا ہے بالفاظ دگر مطلب جس کا یہ ہو کہ عروج وارتقار کے بعد جب کسی قوم کے فساد اور بگاڑ کا پارہ اس نقطہ تک پہنچ جاتا ہے جس کی تعبیر قرآن ہی میں دوسری جگہ

فاکثروا فیھا الفساد	پھر بڑھا دیا اس آبادی میں بگاڑ اور فساد کو

سے کی گئی ہے یعنی فساد غالب آجاتا ہے اور جس نظم کے تحت قدرت تاریخ کے نامعلوم زمانے سے دنیا کو چلاتی ہوئی موجودہ دور تک پہنچی ہے، برہمی کا خطرہ اس "قدرتی نظم"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے متعلق جب پیدا ہو جاتا ہے تب جیسا کہ فرمایا گیا

فصب علیھم ربک سوط عذاب — تب برسا دیتا ہے ان پر تیرا رب عذاب کا کوڑا

الغرض اس قسم کے عذابوں کی نوعیت تراش و خراش، کانٹ چھانٹ کی ہے، مالی ہی جانتا ہے کہ اس کے باغ کا کون کون درخت، اور درختوں کی کون کون سی شاخیں اس کی مستحق ہو چکی ہیں کہ باغ کی سرسبزی و تازگی کو باقی رکھنے کے لئے ان کا ختم کر دینا ضروری ہے فساد کی اکثریت اور غلبہ کے مذکورہ بالا قانون ہی کے سلسلہ میں فرمایا گیا ہے کہ

ان ربک لبالمرصاد — بے شک تیرا رب کمین گاہ پر ہے۔

فساد و صلاح کے اتار چڑھاؤ پر پوری نگرانی رکھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو نوح ؑ کے طوفان عظیم کے بعد انسانی آبادی تاریخ کے اس عہد تک کیسے پہنچ سکتی تھی، اور جب تک اس نظم کے خاتمہ کا مقرر دن نہ آئے، اس وقت دنیا کیسے چلتی رہے گی، (باقی)

تفسیر مظہری

تمام عربی مدرسوں کتب خانوں اور عربی جاننے والے اصحاب کے لئے بے مثل تحفہ

ارباب علم کو معلوم ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی یہ عظیم المرتبہ تفسیر مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتی لیکن اب تک اس کی حیثیت ایک گوہر نایاب کی تھی اور ملک میں اس کا ایک قلمی نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔

الحمدللہ کہ سالہا سال کی عرقریز کوششوں کے بعد ہم آج اس قابل ہیں کہ اس عظیم الشان تفسیر کے شائع ہو جانے کا اعلان کر سکیں اب تک اس کی حسب ذیل جلدیں چھپ چکی ہیں جو کاغذ اور دیگر سامان طباعت و کتابت کی گرانی کی وجہ سے بہت محدود مقدار میں چھپی ہیں

ہدیہ غیر مجلد جلد اول تقطیع ۲۲×۲۹/۸ سات روپئے، جلد ثانی سات روپے۔ جلد ثالث آٹھ روپئے، جلد رابع پانچ روپئے جلد خامس سات روپئے، جلد سادس آٹھ روپئے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختار بن ابو عبید الثقفی

(۲)

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق، ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

مختار کو جب اس وفد کا علم ہوا تو وہ گھبرایا کہیں ابن الحنفیہ ایسی بات نہ کہہ دیں جس سے اس کی تحریک کو نقصان پہنچے۔ وفد کوفہ آکر سیدھا مختار کے پاس پہنچا اور کہا کہ ابن الحنفیہ نے ہم کو آپ کے ساتھ تعاون کا حکم دیا ہے۔ مختار یہ مژدہ سن کر فاتحانہ پکار اٹھا اللہ اکبر میں ابواسحاق ہوں، شیعوں کو میرے پاس بلاؤ، شیعہ جمع ہوئے تو مختار نے الہامی سنجیدگی سے پُر شکوہ مقفع الفاظ میں یہ تقریر کی: "اہل بیت کے حامیو، تم میں سے کچھ لوگ میری سچائی کا امتحان لینے امام مہدی، حبیب مرتضیٰ، نبی مجتبیٰ کے بعد بہترین شخص کے صاحبزادے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میری تحریک کی ان سے تصدیق چاہی تو انھوں نے فرمایا کہ میں ان کا وزیر، معاون، پیغامبر اور دوست ہوں۔ انھوں نے تم کو میری اطاعت کا حکم دیا ہے کہ ان سفاکوں سے لڑنے اور اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے میں میری پوری طرح اطاعت کرو۔[1] پھر وفد کے لیڈر عبدالرحمن بن شریح (شریح کوفہ کے قاضی تھے) نے ابن الحنفیہ کے مذکورہ مبہم الفاظ کی اس طرح تشریح کی: اے شیعان اہل بیت ہمیں مناسب معلوم ہوا کہ خاص طور پر اپنے اطمینان قلب اور بالعموم دوسرے مسلمانوں کے لئے مختار کے بارے میں تحقیق کریں چنانچہ ہم مہدی بن علی کے پاس گئے اور ان سے اپنی اس لڑائی نیز مختار کی دعوت کے بارے میں رائے لی تو انھوں نے مختار کی مدد اور ان کی بے چون وچرا اطاعت کا حکم دیا۔ تب ہم خوش خوش انشراح صدر کے ساتھ لوٹ آئے ہمارے دل میں نہ کوئی شک تھا نہ شبہ اور دشمن سے لڑائی کے بارے میں ہم کو پورا اطمینان قلب حاصل ہو گیا تھا جو لوگ موجود ہیں امام کے اس پیغام کو دوسروں تک پہنچا دیں

[1] طبری ۷/۹۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جنگ کے لئے تیار رہوں، وفد کے باقی ارکان نے اس تقریر کی تائید میں تقریریں کیں۔

اس واقعہ نے مختار کی تحریک کی بنیادیں خوب مضبوط کر دیں۔ یہ بات مسلّم ہو گئی کہ وہ رسول اللہ کے نواسہ کا نائب ہے اور اس کی دعوت بلکہ ساری سرگرمیاں ابن الحنفیہ کے حکم اور تائید سے ہیں۔ بنو امیہ کے مقابلہ میں اہل بیت سے عقیدت رکھنے والے بہت سے غیر شیعی معزز و مذہبی لوگ جو اب تک منحرف یا متردد تھے مختار کے حلقہ میں آ گئے ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر پہلی صدی ہجری کے مشہور مفتی، مجتہد، قاضی اور محدث شعبی ہیں۔[1]

جب شعبی جیسے مذہبی مجتہد اور سمجھ بوجھ کے لوگ مختار کے ساتھ ہونے لگے تو شاید ان کی تحریک سے اس نے اپنی دعوت کے عناصر ترکیبی میں دو مزید عنصروں کا اضافہ کر دیا اب تک اس کی دعوت کا محور یہ تین تھے (۱) انتقام اہل بیت (۲) ناحق خون بہانے والوں سے لڑائی اور (۳) کمزوروں کی حمایت۔ اب کتاب اللہ اور سنت نبوی کی دو دفعیں بڑھا دی گئیں، وجہ یہ تھی کہ شروع اسلام سے ہر دعوت کے ساتھ ان کا پیوند لگتا آ رہا تھا اور بغیر اس پیوند کے کوئی بیعت یا دعوت مستند نہ سمجھی جاتی تھی یہ بات اور تھی کہ عملاً اکثر ان سے انحراف برتا جاتا تھا۔

کوفہ کے اکثر شیعی سردار مختار کے مطیع ہو چکے تھے صرف ایک شخص باقی رہ گیا تھا جس نے مختار کی بیعت نہیں کی تھی یہ ابراہیم بن اُشتر تھا اس کا باپ اُشتر ایک قبائلی سردار تھا جس نے عراق و ایران کے ابتدائی فتوحات میں کارہائے نمایاں کئے تھے اور ۱۷ھ میں جب کوفہ آباد ہوا تو دوسرے فاتحین کے ساتھ وہاں آباد ہو گیا تھا یوں تو رعونت عربوں کی عام صفت تھی لیکن اشتر کچھ تو اپنے کارہائے نمایاں کی بدولت کچھ اپنے خاندانی وقار کے زعم میں کچھ

---

[1] طبری ۹۰/۷ شعبی مختار کے معتمدین میں ہو گئے اور اس کے نہایت مختصر مگر واقعات سے مملو عہد میں برابر اس کی ساری اہم سرگرمیوں میں شریک رہے مختار کے بعد متعدد گورنروں نے ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا اجتہاد و تفقہ میں ان کا پایہ بہت بلند تھا زہری کا یہ مقولہ اس بات کا شاہد ہے۔ علماء چار ہیں مدینہ میں سعید بن مسیب (متوفی ۹۴ھ)۔ کوفہ میں شعبی (متوفی ۱۰۴ھ)۔ بصرہ میں حسن (متوفی ۱۱۰ھ)، شام میں مکحول (متوفی ۱۱۶ھ) یہ چاروں ہمعصر بھی تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی نماز روزہ اور قرآن خوانی کی وجہ سے بہت مغرور تھا حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش برپا کرنے اور پھر ان کے محاصرہ اور قتل میں اس نے نمایاں حصہ لیا تھا، حضرت علیؓ کے دور خلافت میں اس کو بہت عروج ہوا، یہ ان کا بہترین اور نہایت وفادار جنرل تھا ان کے پورے پانچ سالہ قیام کوفہ کے زمانہ میں اشتر اور اس کا قبیلہ شہر کے دوسرے قبائل میں بڑا معزز تھا اس اعزاز کی وجہ سے اشتر کا خاندان اہل بیت سے عقیدت رکھتا تھا۔ اس کا لڑکا ابراہیم نہایت جری نوجوان اور باپ کی سی آن بان کا آدمی تھا۔[1] باپ کی طرح ناموری اور اقتدار کی امنگوں سے اس کا دل معمور تھا، وہ خود کو مختار سے زیادہ بلند، زیادہ معزز اور شاید زیادہ اہل سمجھتا تھا اس لئے اس کے ساتھ ماتحت بن کر کام کرنے میں چاہے وہ اہل بیت کے واسطے ہی کیوں نہ ہو تیار نہ تھا اب جب کہ بغاوت کا وقت قریب آگیا تھا مختار کے پانچوں فوجی لیڈروں نے ابراہیم کو اپنے ساتھ ملانے کا اس کو مشورہ دیا انھوں نے کہا کہ ابراہیم نہ صرف یہ کہ نہایت بہادر ہے، نہ صرف یہ کہ ایک وفادار شیعی کا لڑکا ہے بلکہ ایک معزز طاقتور اور بڑے گھرانے کا چشم و چراغ ہے اس لئے اگر وہ ہمارے ساتھ شریک ہو جائے تو ہماری پوزیشن بہت مضبوط ہو جائے گی، مختار نے اس مشورہ کی قدر کی اور ان لوگوں کو سب باتیں سمجھا کر شہر کے مذہبی مکھیوں کے ساتھ ابراہیم کے پاس بھیجا، شعبی اور ان کے باپ شراحیل بھی اس وفد میں تھے۔ وفد کے لیڈر یزید بن انس (جو مختار، کے عہد اقتدار میں فوج کا کمانڈر رہا) نے ابراہیم کے سامنے یہ تقریر کی: "ہم آپ کے سامنے ایک دعوت پیش کرنے آئے ہیں اگر آپ نے اس کو قبول کر لیا تو آپ کو بہت فائدہ پہنچیگا اور اگر رد کر دیا تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے حق خیر خواہی ادا کر دیا اور اس صورت میں آپ سے درخواست کریں گے کہ اس معاملہ کو پوشیدہ رکھیں۔" ابراہیم نے تمکنت سے کہا: "میں ان لوگوں میں نہیں جو دھوکے، چغلخوری یا شاہی تقرب کی خاطر لوگوں کی غیبت کر کے اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں، ایسے لوگ تو کمینے، ذلیل اور کم ہمت ہوتے ہیں" یہ سن کر یزید نے کہا ہم ایسی تحریک کی طرف آپ کو دعوت دیتے ہیں جس کو سارے شیعوں نے بالاتفاق مان لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ

---

[1] طبری ۶/۹۰

© rasailojaraid.com